بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈی رجسٹرڈ نمبر ل ۲۹۲

سالانہ چندہ ۵ ؍	بیرون ہند بچے شلنگ
ششماہی چندہ ۳ ؍	قیمت فی پرچہ ۱ ؍

راستی موجب رضائے خدا است
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

یوم اشاعت :- دوشنبہ

سچ

ایڈیٹر:- عبدالماجد

پتہ :- دریاباد - ضلع بارہ بنکی

(مضامین کے بارہ میں جملہ مراسلت ایڈیٹر سے کیجائے)

مہتمم:- ظفر الملک

پتہ :- دفتر اخبار سچ - لکھنؤ

(چندہ اور انتظامی امور کے متعلق خطوط مہتمم کو بھیجے جائیں)

نمبر ۲۲	۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۵ھ	۶ جون سنہ ۱۹۲۷ء	جلد ۳

سچی باتیں

"نبوت سے پہلے آپ کے جن لوگوں سے آبرا تعلقات تھے، انہوں نے ہمیشہ آپ کی دیانت و حسن معاملہ کا اعتراف کیا ہے۔ اسی لیے قریش نے متفقاً آپ کو امین کا خطاب دیا تھا۔ نبوت کے بعد بھی گو قریش بغض و کینہ کے جوش سے لبریز تھے، تاہم انکی دولت کے لیے مامون مقام آپ ہی کا کاشانہ تھا" (سیرۃ النبی، مولانا شبلی، جلد ۲ ص ۲۳۹) آپ کی دیانت، امانت اور راستبازی کمر میں زبان زد خلائق ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ آپ عام طور پر امین کے نام سے مشہور ہو چکے تھے۔ امین سے مراد صرف یہ نہ تھی، کہ آپ روپیہ کی امانت کو ٹھیک ادا کرتے ہیں، بلکہ یہ کہ ہر قسم کی نیکیاں اور خوبیاں آپ کے اندر جمع ہیں" (سیرت خیر البشر، مولانا محمد علی احمدی ص ۲۲) "امانت، صدق، راستبازی سے آپ کی بعثت سارے عرب میں مشہور تھی، یہاں تک کہ الامین آپ کا نام ہی ہو گیا تھا۔ خود ابوجہل کا اعتراف موجود ہے، جب اس نے نبی صلعم کو کہا، کہ ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، بلکہ اس پیغام کو جھوٹا کہتے ہیں، جو آپ لائے ہیں" (ایضاً ص ۲۳) "ابتدائے سن ہی سے آپ ہر امر بہت غور و فکر کرنے کے لیے مشہور تھے، انکے ساتھ والوں نے آپ کو امین کا لقب دیا تھا، آپ بجد تر صدق و صلاح تھے" (کارلائل، ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ) "اس سادہ مزاج نوجوان کی نیک سیرت اور بے داغ زندگی کو دیکھ کر اسکے ہموطنوں میں سے ہر دلعزیز کر دیا تھا، اور سب کی اتفاق رائے سے اسے امین کا لقب ملا تھا" (میور، لائف آف محمد)

حضرت علیؓ سے روایت ہے، کہ ابوجہل نے رسول خدا صلعم سے کہا، کہ ہم آپ کو نہیں جھوٹا سمجھتے ہیں، بلکہ اس پیام کو جھوٹ سمجھتے ہیں، جو آپ لائے ہیں (جامع ترمذی، تفسیر سورۂ انعام) جنگ بدر کے زمانہ میں اخنس بن شریق نے ابوجہل سے تنہائی میں پوچھا، کہ تم محمد کو سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا؟ ابوجہل نے کہا، کہ خدا کی قسم، محمد سچے ہیں، کبھی آج تک جھوٹ نہیں بولے۔ (تفسیر ابن جریر، جلد ۷) ناجیہ بن کعب سے روایت ہے، کہ ابوجہل نے رسول اللہ سے کہا، کہ ہم تم پر جھوٹ کا الزام نہیں لگاتے، لیکن جو پیام تم لائے ہو، اُسے ضرور جھوٹ جانتے ہیں" (ایضاً) ابوجہل کہا کرتا تھا، کہ ہم تمہیں جھوٹا نہیں کہتے، تم یقیناً ہمارے تجربہ میں سچے رہے ہو، البتہ جو پیام تم لائے ہو ہم اسے جھٹلاتے ہیں" (بیضاوی)

یہ معنی تھے سچائی کے، یہ کمال تھا راستبازی کا، یہ معجزہ تھا صداقت و امانت کا، کہ بڑے سے بڑے دشمن کو بھی صدق و امانت کے تسلیم کیے بغیر چارہ نہ تھا۔ ہم بھی اسی سچے کے نام کا کلمہ پڑھنے والے ہیں، ہم کو بھی اسی آقا کی غلامی کا دعوے ہے، لیکن ہماری سیرت و کردار کو، ہماری طرز زندگی کو، راستبازوں کے اس سردار سے کوئی بعید سی نسبت بھی ہے؟ ہم نے اپنے طرز عمل سے آج دنیا کے کس خطہ میں، انسانی آبادی کے کس گروہ میں اپنا اعتبار قائم رکھا ہے؟ ہماری ساکھ آج کہیں بھی قائم ہے؟ ہمارے وعدوں پر کسی کو بھی بھروسہ ہوتا ہے؟ ہماری ضمانت پر کوئی بھی اطمینان رکھتا ہے؟ ہماری راستبازی آج کہیں بھی سمجھی جاتی ہے؟ ہماری دیانت و امانت کی گواہی کوئی بھی اجنبی

کی بنا پر مل سکتا ہے؟ ہمارا شمار کہیں بھی سچوں کے گروہ میں ہے؟ دشمنوں کا ذکر نہیں، دوستوں کا تجربہ ہماری سچائی کی بابت کیا ہے؟ بیگانوں کو چھوڑیے، اپنوں کے دلوں کو ٹٹولیے، کہ ان میں ہمارے صدق و امانت کی بابت کیا خیال ہے؟ درحقیقت اسلام کو دنیا میں بدنام کرنے والا، ہمارے پاک دین کو غیروں کی نظر میں رسوا و ذلیل کرنے والا ہماری سیرت کا ہی دوزخاپن، ہماری زندگی کا ہی کھوٹ، ہمارے عمل کا صدق، وفا و امانت سے بھی خالی ہو جانا ہی ہے۔ اور بے حسی و بے غیرتی کی نوبت یہ پہونچ گئی ہے، کہ اپنی چالاکیوں، اپنی بد دیانتیوں اپنی خیانتوں، اپنی وعدہ خلافیوں، اپنی مکاریوں، اپنی جعلسازیوں پہ اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر فخر کیا جاتا ہے، اور ان "کارناموں" کو اپنے دوستوں کے سامنے بیان کر کرکے ان سے داد چاہی جاتی ہے! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمان کی شان

خبریں آ رہی ہیں، مہینوں بلکہ برسوں سے

خبریں آ رہی ہیں، کہ ملک کے طول و عرض میں مسلمانوں اور دوسری ہمسایہ قوموں کے درمیان نفاق و عناد کی آگ، روز بروز زیادہ ہی بھڑکتی جا رہی ہے، آج یہاں بلوہ ہوا، کل وہاں فساد ہوگیا، کہیں مارپیٹ ہوئی، کہیں دکانیں لٹ گئیں۔ لاٹھیاں چلیں، چاقو چلے، گولیاں چل گئیں۔ کتنے برباد بے خانماں ہوگئے، کتنے جیلخانوں میں بھر دیے گئے، کتنے زخمی ہوئے، کتنوں کی جانیں گئیں! کوہاٹ، راولپنڈی، علیگڈھ، لکھنؤ، الہ آباد، کلکتہ، دہلی، لاہور، سورت، بڑودہ، کوئی کہاں تک نام گنائے، ملک کا کوئی گوشہ اس خونی وبا سے خالی نہیں رہا۔ تفصیلات میں جانے کا نہ وقت ہے، نہ کچھ ضرورت۔ غیروں کو اپنے فعل کا اختیار ہے، ان پر اگر جنون سوار ہوگیا ہے، تو اس سے روکنا انہیں کے سرداروں کا فرض ہے۔ یہاں روئے سخن صرف مسلمانوں سے ہے۔ انہوں نے آخر اپنی آن کو، اپنی آبرو کو، اپنی جان کو اس قدر ارزاں کیوں سمجھ لیا ہے؟ انہوں نے اپنی، اور اپنے ساتھ اپنے دین کی رسوائی پر کیوں کمر باندھ لی ہے؟ اسباب فساد سے متعلق جو خبریں چھپتی ہیں، ظاہر ہے کہ ان میں مسلمانوں کو بدنام کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے، لیکن ان خبروں میں اگر صرف ایک فی صدی بھی سچائی کا عنصر شامل ہے، تو مسلمانوں کے لیے کیسی شرم و غیرت کی بات ہے! معاذ اللہ اگر مسلمانوں کے متعلق کہا جائے، کہ ان کے ایک سرپھرے نے فلاں قوم کی عورت کو چھیڑ دیا، اور اس سے فساد کی ابتدا ہوئی! مسلمانوں کے متعلق بیان کیا جائے کہ فلاں مقام پر ان کے بعض افراد نے ہندو عورتوں کو زبردستی مسلمان کر لینا چاہا! ہم نے تو اپنی قوت کے شباب کے وقت بھی جبر و اکراہ کو روا نہیں رکھا تھا، چہ جائیکہ اس ضعف و انحطاط کی حالت میں دوسروں پر زبردستی شروع کر دیں! کیا مسلمان اب صرف ایسی ہی شرمناک اور گندے واردات سننے کے لیے زندہ رہ گئے ہیں! مسلمان کے اخلاق کو، مسلمان کی پاکیزہ زندگی کو، مسلمان کی سیرت طرزی کو تو دوسری قوموں کے لیے ایک نمونہ ہونا چاہیے تھا۔ ہماری شان تو یہ ہونا چاہیے تھی، کہ بدچلنی اور اوباشی الگ رہی، ہمارے اوپر کسی کو بدنظری تک کا شبہ نہ گزرتا، اور دوسری قومیں بجائے ہم سے بدگمان ہونے کے، ہمارے کیرکٹر پر، ہماری سیرت کی مضبوطی پر، ہمارے پاک دین پر اعتبار کرتیں، کہ اپنے گھروں کی آبرو، عزت، بہو بیٹیوں کی عزت، وہ اپنی کنواریاں اور بیاہیوں کو ہماری نگرانی میں خوشی خوشی چھوڑ جاتے! ان کی بیٹیوں کو ہم اپنی بیٹی سمجھتے ان کی ماؤں کو ہم اپنی ماں خیال کرتے۔ اس وقت انہیں بھی نظر آ جاتا، کہ اسلام کیا شے ہے، اور کیا روحانی قوت، کیسی زبردست اعجازی تاثیر اپنے اندر رکھتا ہے، کہ جو اس کی غلامی میں آیا، وہ انسان کے قالب میں رہ کر فرشتہ بن جاتا ہے!

آج غیر قوموں کا تعصب لاکھ بڑھا ہوا سہی، لیکن اس سے زیادہ تو نہیں بڑھ سکتا، جتنا ابوجہل، ابولہب، عتبہ، اور ان کی پارٹی کو رسول اللہ صلعم اور حضور کے جاں نثاروں کے ساتھ تھا۔ سرور کائنات پر کیسے کیسے سخت آوازے کسے جاتے تھے، کن کن ناشایستہ القاب سے یاد کیا جاتا تھا، شاعر کہا گیا، دیوانہ کہا گیا، ساحر کہا گیا۔ لیکن کبھی کسی کو سیرت مبارک پر بھی حملہ کرنے کی جرأت ہوئی؟ کوئی اخلاقی داغ بھی کسی نے لگایا؟ کبھی کسی کی زبان سے یہ نکلا، کہ محمد اور ان کے ساتھی ہماری عورتوں کو بھگالے جاتے ہیں؟ ہماری عورتوں کی عزت و آبرو کے دشمن ہیں؟ مالی معاملات میں ناقابل اعتبار ہیں؟ تجارت کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں؟ چندہ جمع کر کر کے کھا جاتے ہیں؟ وعدہ کر کرکے مکر جاتے ہیں؟ ظلم و جبر سے، رشوت سے، بد دیانتی سے، ہمارے بچوں اور کمزوروں کو اپنے دین میں شامل کر لیتے ہیں؟ اس کے برعکس وہاں تو "امین" کا لقب انہیں شدید مخالفوں سے حاصل ہوا تھا، اور امین کے معنی ہیں، تمام حقوق کو امانت سے ادا کرنے والا، اور ان حقوق میں ہمسایوں کے حقوق، قبیلہ والوں کے حقوق، قوم والوں کے حقوق سب کچھ آ گئے! اور شکایت تھی تو یہ تھی کہ معلوم نہیں، ان کی زبان میں کیا جادو ہے، ان کی باتوں میں کیا موہنی ہے، ان کی صحبت میں کیا تاثیر ہے، کہ جو ان سے ملا، وہ انہی کا ہوگیا، جو ان کے پاس گیا، وہ ہمارے ہاتھ سے گیا، جو ان کے پاس بیٹھا، وہ انہی کا کلمہ پڑھتا ہوا اٹھا۔ آج اس پاک و پاکیزہ نمونہ کا عشر عشیر بھی اگر ہم اپنی زندگی میں پیدا کر لیں، تو بغیر کسی تبلیغی انجمن کے، بغیر کسی پرجوش تقریر کے، بغیر کسی ہنگامہ و فساد کے، ہر طرف جیت فتح حاصل کر سکتے ہیں! حضرات صحابہؓ پر غیر قومیں اعتبار کرتی تھیں، اپنے معاملات کا فیصلہ ان سے کراتی تھیں۔ حضرات صحابہ کی تلوار کی زد جسم سے پہلے قلب پر پڑتی تھی، اور دلوں کو زخمی نہیں، اپنا مسخر کر لیتی تھی۔

اعلان تعطیل

شنبہ، ۱۱- جون کو بقرعید ہوگی، یوم حج (جمعہ) سے لیکر تا ختم ایام تشریق (سہ شنبہ) دفتر میں تعطیل رہے گی، اس بناء پر آیندہ ہفتہ کا پرچہ شائع نہ ہوگا۔ ناظرین کرام معاف فرمائیں۔ تعطیل کے بعد ۱۹- ذی الحجہ (۲۰- جون) کا پرچہ انشاء اللہ وقت پر حاضر ہوگا۔

مہتمم سچ لکھنؤ

سچے کا خواب

(از عبدالماجد)

آج سے ہزار ہا سال قبل کا زمانہ ہے۔ لیکن یہی انسان ہے اور یہی اسکی پرچھائیاں۔ یہی نفس سرکش ہے اور یہی اس کی تباہ کاریاں۔ یہی خاک کا پتلا ہے، اور یہی اس کی گمراہیاں۔ عرب کے شمال میں ایک بڑی زبردست و پُرقوت قوم کا تمدن پھیلا ہوا ہے۔ تاج سلطنت ایک گردن کش کے سر پُرغرور پر رکھا ہوا ہے۔ آج کل کی متمدن قوموں کی طرح اسوقت کی بھی متمدن قوم کی ترقیوں کے ہر طرف چرچے ہیں۔ بڑی بڑی چوڑی سڑکیں آراستہ ہیں، بڑی بڑی عمارتیں اور شاندار کوٹھیاں تعمیر ہو رہی ہیں، علوم و فنون کے درس بڑے ذوق و شوق سے پڑھے اور پڑھائے جا رہے ہیں۔ "سائنس" کی ترقیوں نے ہیئت و نجوم کے بڑے بڑے "ماہرین فن" پیدا کر دیے ہیں۔ "آرٹ" کی ترقیوں نے سنگ تراشی اور بت تراشی (آج کل کی اصطلاحات میں "انجینئر") کو فروغ دے کر ہر ہر گھر کو بتکدہ بنا رکھا ہے۔

ایک طرف تہذیب و تمدن، دولت و حکومت، علم و فن، صنعت و حکمت کی ترقیوں کا یہ سیلاب اُمڈا ہوا ہے، دوسری طرف ٹھیک اسی نسبت سے آج کل کی ترقی یافتہ قوموں کی طرح، اخلاق و روحانیت کے چشمے خشک ہو چکے ہیں۔ نیکی اور پاکیزگی کی کھیتیاں پامال ہو چکی ہیں، دیانت و راستی کے باغچوں میں خاک اُڑ رہی ہے۔ عدل و امانت کے خزانے خالی ہو چکے ہیں۔ خالق سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ مخلوق پرستی دلوں میں رچی ہوئی ہے اور مادی تمدن کے پہلو بہ پہلو اخلاقی جاہلیت اس نوبت کو پہونچی ہے، کہ جن گردنوں کو اکیلے اور سچے خدا کے آگے جھکنے سے عار و انکار رہتا ہے وہ ہر جھوٹے بندہ کے آگے خوشی سے جھکی ہوئی ہیں، اور جن دلوں سے فاطر السموات والارض کی یاد مٹ چکی ہے، وہ فطرت کے ہر ادنیٰ اور پست مظہر، ہر چمکتے ہوئے تارے، ہر تراشے ہوئے پتھر، ہر خاک کے ڈھیر کی پرستاری میں لگے ہوئے ہیں!

اس سرزمین پر، اس فضا میں، اس قوم کے درمیان، ایک اللہ کا بندہ آنکھیں کھولتا ہے، اور پکارتا ہے، کہ "میں تمہاری ان باطل پرستیوں سے بیزار ہوں، میں نے اپنی لَو مخلوقات سے نہیں، خالق سے لگائی ہے۔ میں آثار و مظاہر فطرت کا پجاری نہیں، بلکہ فاطر السموات والارض کے آگے سر جھکانے والا ہوں۔ یہ ستارے اور ماہتاب اور آفتاب جو میری ہی طرح بے بس و مجبور ہیں، میں انکی پوجا کرنے والا نہیں، میں نے تو اپنا رشتہ اُس سے جوڑ رکھا ہے جو سب عیبوں سے پاک و بالاتر، جو سب پر قدرت رکھنے والا، اور جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے"۔ جھوٹوں کے درمیان ایک سچے کی یہ آواز بغاوت کی آواز تھی۔ بغاوت بھی کیسی؟ حکومت وقت سے بغاوت، قانون سے بغاوت، دستور قوم و رواج ملک سے بغاوت، آئین تہذیب و تمدن سے بغاوت، کنبہ و قبیلے سے بغاوت، بزرگوں اور عزیزوں سے بغاوت، خاندان والوں سے بغاوت، ایسے بڑے "مجرم" کو جس سلوک کی توقع ہو سکتی تھی، وہی ہو کر رہا۔ ایسے سخت باغی کو جو کچھ پیش آ سکتا تھا، پیش آیا۔

خانگی زندگی یوں تلخ ہوئی، کہ باپ کو بت تراشی و بت پرستی پر ٹوکا۔ حکومت سے یوں چھڑی، کہ بادشاہ وقت کو خدائی قانون اور ربانی آئین کی یاد دلائی۔ اس نے جھلا کر جواب دیا، کہ کہاں کی ربوبیت؟ اور کیسی الوہیت؟ سارے اختیارات تو مجھے حاصل ہیں۔ سب کچھ تو میں کرتا ہوں۔ اشخاص و جماعات کی زندگی و موت، پرورش و ہلاکت تو میرے بس میں ہے۔ میرے سامنے کسی اور برتر و اعلیٰ قانون کی کیا بحث گفتگو کرتے ہو! قوم یوں بگڑی، کہ اسکے معبودان باطل کی، اسکی باطل پرستیوں کی، اسکے جھوٹے دیوتاؤں کی علانیہ توہین و تحقیر کی۔ آج دنیائے متمدن کی کون قوم ایسی ہے، جو اپنے قومی قبیلے کی توہین برداشت کر سکتی ہے؟ برطانیہ کے لیے شیر اور گھوڑا، جرمنی کے لیے عقاب، امریکہ کے لیے ستارے، کس پرانی قوم کے دیوتاؤں اور بتوں سے کم اہمیت رکھتے ہیں؟ کیسی کیسی خونریز جنگیں اسی قصور پر برپا ہوتی رہتی ہیں، کہ ایک قوم کے کسی فرد نے دوسری قوم کے سرکاری نشان یا شاہی جھنڈے کی توہین کر دی! آج کی متمدن قوموں کو اپنے اسلحۂ آتشیں پر ناز ہے۔ اس متمدن قوم کے ہاں بھی سب سے بڑا اور قومی عذاب آگ ہی کا تھا۔ حکم ہوا کہ اس دعوے توحید کے علمبردار کو، اس معبودان قومی کی توہین و تحقیر کرنے والے کو، اس بیباک باغی کو آگ کے شعلوں کی نذر کر دیا جائے۔ انسانوں نے انسان کے اس حکم کی تعمیل کی، لیکن دہکتے ہوئے انگاروں نے، بھڑکتے ہوئے شعلوں نے، جھلس دینے والی آنچوں نے انسان کا نہیں، انسان کے پیدا کرنے والے کا کہنا مانا۔ اور مجبور و بے بس انسان کے بجائے اُس قدرت والے اور اختیار والے کے حکم کی تعمیل کی، جو سب کیمیا گروں سے بڑا کیمیا ساز ہے، اور جو آج بھی گرمی و سردی، خشکی و تری کے قوانین و ضوابط میں اپنی مرضی کے موافق اس طرح اول بدل کرتا رہتا ہے، کہ سائنس کے بڑے سے بڑے "ماہرین فن" کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔

ہر حال، پاک اور بے نیاز مالک نے اپنے ایسے ہی پرستار کی آزمائش کی اور ہر طرح کی۔ گھر چھڑایا، باپ کو چھڑایا، کنبہ والوں کو بیزار کر دیا، بستی والوں کو دشمن بنایا، قوم والوں میں نفرت پیدا کرائی، حکومت کو دشمنی پر آمادہ کر دیا۔ آگ میں زندہ ڈلوا دیا۔ مال کی، عزت کی، نامی کی، جان کی، ہر قسم کی جب آزمائش اور پوری آزمائش ہو چکی، تو اس آدم زاد کو قدرۃً یہ خیال گزرا، کہ اب بڑھاپا شاید پچپن سے گذر رہے، عمر کی ساری بہاریں جنگلی یاد میں گذار دیں، اب شاید اُس سے نسل کا پیوند حاصل ہو جائے۔ اب فکر تھی تو یہی، کہ آئندہ توحید کی دعوت دینے والا کون ہوگا۔ سوچ تھا تو اسکا، کہ اپنے بعد اس دولت بے بہا اور اس نعمت عظمیٰ کا وارث کون ہوگا۔ دعا کی، اور اسی سے دعا کی، جو کافروں اور منکروں تک کی سنتا ہے، رب ہب لی من الصالحین (اے پروردگار! مجھے اولاد نیکوکار عطا کر) مانگنے والے کے الفاظ کو ذرا دیکھنا۔ دنیا میں لوگ اولاد خوبصورت مانگتے ہیں، تندرست مانگتے ہیں، بڑی عمر والی مانگتے ہیں، اور ایسی مانگتے ہیں، جو والدین کو خوب کما کما کر کھلائے، اور انکا نام دنیا میں روشن رکھے۔ لیکن اللہ کے در کا یہ بھکاری یہ کچھ نہیں مانگتا، وہ اولاد

تھا، تک زبان پر نہیں لاتا۔ اسکے دل میں طلب اور زبان پر آرزو، صرف ایک بندۂ "صالح" کی ہے! سوال صرف کسی کریم سے تھا! دعا قبول ہوتی ہے، نہ صرف منہ مانگی مراد ملتی ہے، بلکہ اس سے بہت کچھ زائد مرحمت ہو جاتا ہے۔ جواب ملتا ہے کہ ابراہیمؑ! تمہیں لڑکے کی خوشخبری (غلام علیم) بشارت ہو، اور لڑکا بھی کیسا، محض تمہارا فرماں بردار ہی نہیں، محض نیکوکار ہی نہیں، بلکہ نیکوکار سے بڑھ کر تمہاری صفت "علم" سے موصوف جیسے تم "علیم" ہو، ویسے ہی وہ بھی علیم ہوگا۔

بوڑھے باپ کا دل یہ بشارت پاکر باغ باغ ہوگیا۔ محض اسی قدر وعدہ نہیں ہوتا، کہ اس کبرسنی میں ایک فرزند عطا ہوگا، بلکہ صحیح سالم زندہ و تندرست فرزند عطا ہوگا، جو مادی و روحانی دونوں حیثیتوں سے باپ کا عصائے پیری بنے گا، اور اپنے رشد و سعادت، اپنے علم و صلاحیت کے لحاظ سے بھی باپ کا سچا جانشین ہوگا۔ اولاد کی نعمت جبکہ کبھی بھی حاصل ہوتی ہے، دل کا کنول کھلا دیتی ہے، چہ جائیکہ بڑھاپے کی اولاد، اور پھر کسی سعید و صالح اولاد! بوڑھے باپ نے خدا معلوم کن کن تمناؤں اور آرزوؤں کے ساتھ یہ زمانہ گذارا ہوگا، کس شوق و ارمان، کس حوصلہ و ولولہ کے ساتھ اس نورِ نظر کے وقتِ ظہور کا انتظار کیا ہوگا! بالآخر وہ مبارک گھڑی آئی، جسکے طلوع ہونے کی خوشخبری خود زمینوں اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے نے سنائی تھی۔ بچہ پیدا ہوا اور بڑھا۔ ظاہر ہے کہ اس کی جو اپنے والدین کا لختِ جگر اور اپنے رب کا منظورِ نظر تھا، تربیت و پرورش کس ناز و نعمت سے ہوئی ہوگی؟ قدرت کی مخفی و باطنی قوتیں اسکی خدمت کے لیے وقف ہوگئیں۔ فطرت کی خاموش و بےزبان طاقتیں اسکی گہوارہ جنبانی میں مصروف ہوگئیں۔ وہ پلا، اور بڑھا،

فلما بلغ معہ السعی	بڑھکر جب اس قابل ہوگیا، کہ باپ کے کام کاج میں

مدد دینے لگے، باپ کے ساتھ ہر دوڑ دھوپ میں شریک ہو سکے، باپ کی خدمات دین کا بوجھ بٹانے لگے، جب سالہا سال کی پرورش و تربیت و یکجائی نے فطری محبت کے تعلق کو اور زیادہ گہرا اور مضبوط بنا دیا، اور جب باپ کے دل میں دین کی خدمت کے لیے بیٹے کی طرف سے سیکڑوں آرزوئیں اور امنگیں، جو بیٹے اور والے نشو و نما پاچکے، تو دفعۃً ایک شب کو، جبکہ اس توحید کے پجاری کی آنکھیں سو رہی تھیں، لیکن دل جاگ رہا تھا، اسکو دکھایا گیا، اور صبح کو اسی کی زبان سے اس کو اسی لختِ جگر کے سامنے بیان کرایا گیا، کہ جان نثار کر، جوان باپ اپنے

قال یا بنی انی ارے فی المنام انی اذبحک	ہاتھ میں چھری لیے ہوئے اس معصوم جو اپنے اپنی آنکھوں کے تارے، اپنے اسی کلیجہ

کے گوشے کے حلقوم پر چلا رہا ہے!

"خواب" وہم کی کرشمہ سازی نہ تھی، یہ خواب نورِ معرفت کا نتیجہ تھا۔ بد خوابی نہ تھی، خواب تھا۔ پریشاں خاطری کا ثمرہ نہ تھا، روح کے عروج کا نشان تھا۔ مجنونوں کا خواب و خیال نہ تھا، سچے کا رویائے صادق تھا، اس بچے کا خواب تھا، جس سے نسبت پالینے پر خود سچائی کو فخر و عزت ہے! نفس کی اس پاکیزگی اور روح کی اس لطافت کا

سلہ ان ابراہیم لحلیم اواہ۔

آئینہ تھا، جہاں تک جنگ و خونریزی کا تصور بھی وہم و گمان تک نہیں پہنچ سکتا! اس امی نے جو دنیا کے تمام ماہرین نفسیات سے بڑھکر نفسیاتِ بشری کا ماہر تھا، فرمایا ہے، اور بالکل صحیح فرمایا ہے، کہ "تم میں سے جو اپنی گفتگو میں زیادہ سچے ہوتے ہیں، انھیں کے خواب بھی زیادہ سچے ہوتے ہیں"۔ شعورِ خفی، شعورِ جلی ہی کا عکس ہوتا ہے۔ جس نے اپنے شعورِ جلی کو بالکل خالص بنالیا، اسکا شعورِ خفی بھی لازمی طور پر خالص ہو کر رہے گا۔ جس نے سچائی کو اپنا کر لیا، سچائی خود اسکی ہو گئی۔ جسکی شان میں صدقِ مطلق کی بارگاہ سے "صدیقاً نبیا" کی آیت نازل ہو چکی ہے، اسکی سچائی کی گہرائیوں کی کون مشتِ خاک پیمائش کرسکتا ہے؟ راستبازوں کے اس سردار، سچوں کے اس پیشوا کے آئینہ میں کوئی نقش کیونکر دھندلا آسکتا تھا، وہ آئینہ تو اپنی نورانیت سے ایسا جگمگا رہا تھا، کہ دوسروں کے زنگ کو بھی جلا سے تبدیل کر دیتا تھا! جو فرماں بردار بندہ، اپنے وقت کی عزیز ترین و محبوب ترین متاع، یعنی اپنی نمازیں اور اپنی قربانیاں، اپنی زندگی اور اپنی موت سب کچھ اپنے اللہ کے حوالے کرچکا تھا، اسکے خواب کب اس کے اپنے ہی رہ گئے تھے؟ اس کی بیداری اور اسکی نیند، دونوں اللہ ہی کی ہوچکی تھیں۔ جو اپنی آزادی و اختیار کے سارے رشتوں کو ماسوا سے توڑ کر صرف اللہ سے جوڑ چکا تھا، اسکی قوتِ تصوری میں کب غیر کا دخل ممکن تھا؟ دہکتی ہوئی آگ کے تنور میں لوہے کا ٹکڑا ڈال دو، تو وہ خود آگ کا انگارا بن جائے گا۔ ابراہیمؑ اپنا سب کچھ لٹا کر اپنے کو رضائے الٰہی کے آتشکدہ میں جھونک کر اپنے شعور و حواس، اپنے احساس و ادراک، اپنی بیداری و خواب کے مالک ہی کب رہ گئے تھے؟

رات کا ماجرا، صبح کو اپنے بیٹے سے بیان فرماتے ہیں۔ چشم بصیرت کو جو کچھ دکھایا اور سمجھایا گیا، جس وقت اور جس زبان سے بھی ممکن ہوا،

فانظر ماذا تری	صاحبزادہ کے سامنے بیان کرتے ہیں، اور بیان کرکے

رائے و مشورہ طلب کرتے ہیں، کہ جان پدر، کہو، اب کیا کہتے ہو؟ دنیا میں آج تک کسی باپ نے اپنے بیٹے سے یہ سوال کیا ہے؟ وحشی باپ نہ سہی، کسی ظالم و بےدرد باپ نے بھی اپنی اولاد سے اسکے قتل کرنے کا مشورہ کیا ہے؟ فرزند دلبند اور وہ بھی، ناخلف و بد خصال اولاد سے بھی اسکے ذبح کر ڈالنے کی صلاح پوچھی گئی ہے؟ بیٹا جواب دیتا ہے، اور وہ جواب دیتا ہے، جو نہ اسکے قبل اور نہ اسکے بعد کسی بیٹے نے اپنے باپ کو دیا۔ عرض کرتے ہیں، کہ "ابا جان، جو کچھ حکم ہوا ہے،

قال یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین	اس کی تعمیل فرمائیے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں ہی میں پائیں گے!

جواب کے الفاظ پر ایک بار پھر نظر ہو۔ "خواب" کا نام سن کر آج کل کے "روشن خیال" مسلمین کی طرح وہ یہ نہیں کہتے کہ خواب و خیال کا کیا اعتبار! معلوم نہیں، آپ نے کن اسباب جسمی کے تحت یہ جلسہ پر ایسا خواب دیکھا، اور پھر کیا ضرور ہے کہ جو کچھ آپنے خواب میں دیکھا ہے، اس پر خواہ مخواہ آپ عمل بھی کر ڈالیں۔ بیٹا، معنی و مقصد عمل

سلہ ماہرین نفسیات ... اصدقکم رؤیا اصدقکم حدیثاً۔

سلہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ سلہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض وما انا من المشرکین۔

کا بیٹا نہ تھا۔ قرآن ہی کی زبان میں صالح تھا، حلیم تھا، صادق الوعد تھا، سچے باپ کا سچا بیٹا تھا۔ منصب نبوت کا مرتبہ شناس تھا۔ جانتا تھا کہ انبیاء کے خواب؟ پیغمبروں کی کتنی بیداریاں قربان ہیں! خواب اور خواب کی تعبیر، اس کے صدق وکذب پر ادنیٰ سی بحث بھی نہیں کی، بلکہ خواب کو صاف علم الٰہی (ما تؤمر) سے تعبیر کیا۔ جانتا تھا کہ نبی کے دل پر جو کچھ القاء ہوتا ہے، وہ سچ ہی ہوتا ہے۔ خواہ وہ القاء، اس وقت کیا جائے، جب چشم ظاہر کھلی ہوتی ہے، یا اس وقت جبکہ چشم ظاہر بند ہوتی ہے۔ امر الٰہی ہر حال میں امر الٰہی ہی ہے۔ بنا دلیری و جوانمردی کے ساتھ اپنی جان کو قربانی کے لیے پیش کر دیا۔ کچھ یہ نہ تھا کہ صدمات و مصائب سے طبیعت زندگی سے بیزار ہو چکی ہو، یا عمر کی زیادتی سے دل دنیا سے سیر کر دیا ہو۔ نو عمری کا زمانہ تھا، امنگوں اور ولولوں کا سن تھا۔ طبیعت دنیا کی تلخیوں سے ناآشنا تھی۔ ایسے نازک وقت دنیا، اور اس کی دلچسپیوں کو چھوڑنا؟ قدرۃً طبیعت پر شاق تھا۔ اور ناگوار ہی کو گوارا کر لینے کا نام صبر ہے، چنانچہ اپنے تئیں "صابرین" میں شمار کر کے یہ سارا مفہوم ادا کر دیا۔ یہ دعوائے صبر زبان پر آ تو گیا لیکن معصوم قلب کی معصوم زبان کو گوارا نہ ہوا کہ اس دعوے میں ذرہ بھر بھی بوئے انانیت آ سکے پائے، اس لیے اس سے قبل ہی لفظ "ان شاء اللہ" بھی ارشاد ہو گیا ہے۔ یعنی یہ صبر و تحمل، یہ امتحان میں پورا اترنا بھی محض توفیق الٰہی ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے، اور اسی کا بھروسہ ہے۔

ابراہیم دعوی اسلام بارہا کر چکے تھے۔ اپنے دعوے کا ثبوت اپنے عمل سے ساری عمر پیش کرتے رہے تھے۔ ابراہیم نے اپنے کو "فرمانبردار" کی حیثیت سے پیش کیا تھا، خدا معلوم کتنے فرمانوں کی تعمیل کر چکے تھے۔ ابراہیم! ذرا محبت میں سو دا کرنے کو نکلے تھے، معلوم نہیں، آج سے پیشتر کتنی بار، اپنی جان و مال، اپنی عزت و ناموس کے گھر سے نکلے اپنا سودے پر نثار کر چکے تھے، لیکن آج کی آزمائش سب سے نرالی، آج کا امتحان سب سے کڑا، آج کی گھڑی سب سے زیادہ نازک تھی! دنیا کی تاریخ میں، کائنات کی عمر میں، موجودات انسانی کی ساری روداد حیات میں، یہ منظر بھی اپنے نظیر سے خالی ہے۔ نوے برس کا ایک پیر و دیرینہ سال ہے، جسکی ساری عمر کی کمائی، ساری امیدوں اور آرزوؤں کا چراغ، ایک ہی شاداب و شگفتہ نونہال ہے۔ وعدہ بھی تھا، اور اس کا وعدہ تھا جس کی رحمت کی آس بڑے سے بڑے مجرم اور باغی تک کو رہتی ہے، کہ یہ اولاد پھلے گی پھولے گی، اور اسی کی نسل سے وہ ہستی پیدا کی جائیگی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو سارے زمین و آسمان، کون و مکان، و سلسلۂ موجودات کے وجود میں آنے کا باعث ہے۔ وعدہ یہ تھا، اور اسی وعدہ کے آسرے پر ابراہیم بڑھاپے کی منزلیں جوانوں کی زندہ دلی کے ساتھ طے کر رہے تھے۔ اور حکم یہ ہو چکا ہے، کہ اپنے اسی جگر کے ٹکڑے کو، خود اپنی آنکھوں کے تارے کو، اپنے ہی کلیجہ کی ٹھنڈک کو، بے جرم و بے قصور، ذبح کر ڈالو! جو ہاتھ ابتک شفقت و ناز برداری کے لیے وقف رہے تھے، انھیں سے اس معصوم کے حلق پر چھری پھیر دو! اور جو آنکھیں اب تک اسے دیکھ دیکھ کر تازگی و طراوت حاصل کرتی رہی ہیں، انھیں سے اسکے لاشۂ بیجاں کو خاک میں تڑپتا اور خون میں پھڑکتا ہوا دیکھو! اللہ ری بے نیازی! کافروں اور منکروں کی اولادیں پلیں، ان پر جیں، بدعہدوں اور ناشکروں کی نسلیں پھیلیں اور پھولیں، مجرموں اور باغیوں کو بے طلب یہ دولت ملتی رہے، لیکن وہ جو ساری عمر ایک تیری ہی لو لگائے بیٹھا رہا، وہ جس نے ساری زندگی تیری ہی چوکھٹ پر پیشانی رگڑنے میں بسر کر دی، اسی کو حکم ہے کہ اپنی اولاد، اپنے ہاتھوں کی کھلائی ہوئی اولاد، اپنی گودوں کی پالی ہوئی اولاد کے حق میں جلادوں سے بڑھ کر جلاد، اور سفاکوں سے بڑھ کر سفاک بن جائے! کیا ابراہیمؑ انسان نہ تھے؟ کیا وہ دل جو غیروں کے لیے موم سے زیادہ نرم تھا، اپنوں سے بڑھ کر "اپنے" کے لیے پتھر کر دیا گیا تھا؟ کیا جذبات پدری نہ سہی، جذبات بشری بھی اس بوڑھے باپ کے سینے میں مردہ کر دیے گئے تھے؟ ابراہیمؑ دہکتی ہوئی آگ میں بیشک کود چکے تھے، اپنی جان بے شبہ نذر کر چکے تھے، لیکن آج مطالبہ یہ تھا، کہ جو تحفہ جان سے بھی بڑھ کر عزیز ہے، اُسے نذر کر دو!

آج تصور کرنے والوں کے کلیجے دہلے جا رہے ہیں۔ اُس وقت کیا حالت ہوئی ہوگی! اگر زمین و آسمان دہل گئے ہوں، اگر عرش و کرسی جنبش میں آ گئے ہوں، اگر نور کے پتلے قدسیان فلک لرز گئے ہوں، تو کچھ عجیب نہیں! ابراہیمؑ نے بڑے دعوے کا اعلان کیا تھا، کہا تھا، انا اول المسلمین، آج اس دعوے کا امتحان تھا۔ اتنا بڑا دعوی کس نے کیا تھا؟ پھر اگر امتحان بھی ایسا ہی ہوا، جیسا اب تک کسی کا نہیں ہوا تھا، تو کون سی حیرت کی بات ہوئی؟ بہر حال امتحان ہوا، اور بندۂ فرماں بردار امتحان میں پورا اترا۔ وہی ہاتھ جنھیں اٹھا اٹھا کر کبھی اس نور نظر کے وجود میں آنے کی دعائیں کی گئی تھیں، آج اس لخت جگر کو زمین پر پیشانی کے بل فلما اسلما وتلہ للجبین لٹا کر اس کے گلے پر چھری پھیرنے کو آمادہ ہو گئے! اُس وقت جا کر معلوم ہوا، کہ ایک مشتِ خاک نے نور پاک کے ساتھ محبت کا جو دعوے کر دیا تھا، وہ دعوے سچا تھا! اُس وقت جا کر ابراہیمؑ کا "اسلام" معتبر و مستند ہوا! اُس وقت جا کر ثابت ہوا، کہ اسلام والے ایسے ہوتے ہیں! اُس وقت اگر چھری چلتی، تو انسانی گلے کی محض ایک بیجان رگ ذبح ہو کر رہتی، معصومیت ذبح ہو رہی تھی، وہ جو انسانیت کے حلق پر خنجر چل رہا تھا، جان کائنات پر خنجر آ رہی تھی۔

باپ اور بیٹے کا، اسلام کی میزان میں، تلنے کی تول پورا اترنا تھا، کہ سنا عالم قدس سے ندا آئی، کہ ابراہیمؑ! تم نے خواب سچ کر دکھایا

وناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا، انا كذلك نجزي المحسنين، ان هذا لهو البلاء المبين

سب سے بڑی نذر جو دنیا میں کوئی پیش کر سکتا تھا، وہ تم نے پیش کر دی! تم نے وہ قربانی پیش کر دی، جس سے بڑھ کر نہ تم سے پہلے کسی نے پیش کی تھی، نہ تمہارے بعد کوئی پیش کرے گا۔ ذبح کر دینے والا، گھونٹنے کو گھر سے الگ کر دینے والا امتحان تمہارا ہی تھا۔ جان لینا مقصود نہ تھا۔ صرف تمہارے تقوے، اور تمہارے اسلام کی جانچ کر کے اسکا انعام دینا مقصود تھا۔

[illegible]

[illegible]

اور دیکھنا کہ ہم نیک کرداروں کو کس طرح انعام سے سرافراز کرتے رہتے ہیں! عشق کی نازبرداریاں کس عقل کے حدود میں آسکتی ہیں! قربانی طلب ہوئی، تو کس کی؟ اُس اسمٰعیلؑ کی جو خود اس قابل تھا کہ ایک عالم اس پر قربان کردیا جائے! اور جب ادھر سے ذوق و شوق و جوش نیاز میں یہ نذر حاضر کردی گئی، تو حکم ہوتا ہے، کہ واپس لے جاؤ!

علفیان ناز ہیں کہ بجگر گوشۂ خلیل
آمد بزیر خنجر و کشتش نمی کنند!

مفسرین کا بیان ہے، کہ جس وقت باپ نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اور بیٹے کے ہاتھوں پیروں کو رسی سے جکڑ کر اسکے گلے پر چھری پھیری ہے، تو دیکھا ایک مینڈھے کو جنت سے لاکر اسکی جگہ لٹا دیا گیا۔ چھری کی دھار نے اُسی مینڈھے کو ذبح کیا، اور اُس مینڈھے کی قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ بنا دیا گیا۔ یہ جو ہوا ہوگا، لیکن اللہ میں فدیہ کو "عظیم" بتائے، جس قربانی کو "بڑا بدلہ" ٹھیرائے، وہ کہیں ایک مینڈھے سے محدود کیا جا سکتا ہے! اب ابراہیم کو نظر آیا، اسمٰعیل کو نظر آیا، اور خیر وہ دونوں تو اللہ کے پیارے تھے، انھیں تو نظر آنا ہی، اللہ سے بیگانوں، اللہ کے دشمنوں تک کو نظر آگیا، کہ اللہ کا وعدہ جھوٹا ہونے والا نہ تھا، اور نہ جھوٹا ہوا۔ "فرزند حلیم" کی جو بشارت دی گئی تھی، بڑی قربانی سے بدلہ دینے کی جو نوید سنائی گئی، ابراہیم کی نیکنامی دنیا میں باقی رہنے کا جو وعدہ کیا گیا (ترکنا علیہ فی الآخرین)، ابراہیم کے نام پر جو سلامتی اتاری گئی، اُس سب کا ظہور آج چشم کائنات، نور البصیرت ہی سے نہیں، ظاہری اور مادی آنکھوں سے بھی دیکھ رہی ہے! نمرود اور اس کی تمدنی قوت کا آج کہیں نام و نشان بھی ہے؟ آذر اور اسکی قوم کے بڑے بڑے "ماہرین فنون لطیفہ" آج کسی مٹی میں بھی زندہ ہیں؟ شداد اور اُس کی جنت کا نام لیوا آج دنیا کے کسی حصہ میں کوئی بھی موجود ہے؟ کلدانیہ اور اسکی تہذیب و تمدن پر فاتحہ پڑھنے والا بھی آج اس دنیا کے کسی حصہ میں کوئی ملتا ہے؟ اللہ کے دشمنوں کی، اللہ کے دوست کے دشمنوں کی نسل کا وجود بروئے ہستی پر کہیں بھی باقی ہے؟ لیکن ملت ابراہیمی کا نام آج دنیا کے کس گوشہ میں روشن نہیں؟ ابراہیم کے دین حنیف کی چمک آج روئے زمین کے کس حصہ میں اجالا نہیں پھیلا رہی ہے؟ ہر سال لاکھوں مسلمان، پابندی کے ساتھ، اقوام عالم کے مرکز میں جمع ہوکر آج کس کی یاد میں صفا و مروہ کے میدان میں دیوانہ وار دوڑا کرتے ہیں؟ ہر سال بے شمار مسلمان چین سے، بخارا سے، افغانستان سے، ترکی سے، مصر سے، ہندوستان سے، جاوا سے، ایران سے، شام سے، عراق سے، مراکش سے، اور خود فرنگستان سے موسم کی سختیاں جھیل جھیل کر سفر کی تکلیفیں اٹھا اٹھا کر کس کے تعمیر کیے ہوئے بیت اللہ کے گرد چکر لگانے کے لیے مضطر و بیتاب نظر آیا کرتے ہیں؟ مشرق و مغرب، شمال و جنوب کے ہر شہر میں، ہر قصبہ میں، ہر قریہ میں، جہاں چند مسلمان بھی بستے ہیں، ہر سال عید الضحیٰ کے موقع پر کس کی قربانی کی یادگار منائی جاتی ہے؟ کروڑوں بندگان خدا، ہر سال نہیں، ہر ماہ نہیں، ہر ہفتہ نہیں، ہر روز، اور ہر روز میں بھی پانچ پانچ وقت، اور ہر وقت بھی کتنی کتنی رکعتوں میں اللہ کی یاد کے ساتھ، اُس کے دو برگزیدہ بندوں کا بھی نام جپتے ہیں! خالق کی عبادت بھی جن دو انسانوں کے نام پر سلام و رحمت بھیجے بغیر مکمل نہ ہوسکے! یہ شرف بلندی کائنات میں بجز محمدؐ کے سوا، وہ اللہ کے خلیل کے کسی مخلوق کے حصہ میں آیا ہے؟ اور یہ انعام ذات خلیل پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ اسکا دروازہ درود خلیل پڑھنے والے ہر ہر دوسرے کے لیے اُس کے ظرف و ہمت کے موافق ہمیشہ کے لیے کھلا ہوا ہے (کذلک نجزی المحسنین) اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید، اللّٰھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید (دریابادی)

(بقیہ صفحہ)

مضامین کی نوعیت کا اندازہ عنوانات سے ہو سکیگا۔ خدا کی تقسیم، رسالت، اسلامی معیشت و تجارت، شمائل مبارک، اسوۂ حسنہ، دین و دنیا، اصلاح اطفال، اہل بیت کے عمل، یہ رسالے ہیں جن میں سے ہر ایک میں تعلیم اسلام یا سرور کائنات کی زندگی کے کسی پہلو کو لیکر صاف و سادہ زبان میں اسکی خوبیاں پڑھنے والوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ طریقہ کا پورا لطف اور زور بیان ان تقریری خاصیتوں اور اقتباسوں میں ہے۔ اسکے تمام جمع کرنیوالوں نے کوشش کی ہے کہ حتی الامکان کوئی ضروری جز دبنے نہ پائے۔ مملکت دکن کے باہر کے مسلمان اگر ابتدائی مدرسوں میں ان رسالوں کو درس میں یا گھر میں اپنے گھروں کے اندر اپنے لڑکوں اور عورتوں کو ابتدائی درس میں ان رسالوں کے ذریعہ سے دیں، تو صحیح اردو زبان کے ساتھ ہی صحیح اسلامی تعلیم بھی حاصل ہوتی جائیگی۔ جن رسالوں کے عنوان شمائل مبارک، اسوۂ حسنہ، سیرۃ النبی اور مسلم کی زندگی ہیں وہ سارے سلسلہ میں بہترین ہیں۔ اگر آئندہ سے یہ اہتمام ہو کہ رسالوں کی ساری تقریریں مختصر ہو جایا کریں تو ان کی افادیت دوبالا ہو سکتی ہے۔ ہر رسالہ کی قیمت یوں بھی ارزاں ہے، لیکن جو صاحب اتنی قیمت نہیں ادا کرسکتے وہ دو روپیہ کے بسے بھیجے بلا قیمت منگا سکتے ہیں۔ بیسیوں امداد … کے ٹریکٹ رسالے) وقتاً فوقتاً شایع ہوتے رہتے ہیں۔

(۶) فتویٰ التوقف للحج۔ از قلعت علما، شایع کردہ جمیعت خدام الحرمین، لکھنؤ، حجم ۵۰ صفحے تقطیع ۲۲×۱۸، غالباً بلا قیمت مل سکیگا۔

جو گروہ اسوقت التواے حج کی تائید میں ہے انکے دلائل و خیالات کی بہترین ترجمانی اس رسالے کے اُن تتمے میں ہو رہی ہے جو مولانا عبدالقادر قصوری کے نام سے ۲۵ صفحہ تک مرتب ہے۔ ہر صورت کہ دلائل کی رو سے علمی حیثیت نہیں جس سے اس سال التواے حج کی ضرورت ثابت ہی ہو جائے تاہم جو خیالات کی تائید میں سنجیدگی کے ساتھ ترتیب دیے ہیں جو دلائل لائے جا سکتے تھے وہ سب یکجا کر دیے گئے ہیں، اسکا مطالعہ فریق مخالف کیلیے بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ البتہ تعجب یہ کہ جس فتویٰ کو … کے ایک رکن نے اپنے "تبصرہ" میں … اور مزید یہ کہ خود … کے زیادہ مشہور علما شریک ہوا … مولانا شیخ … کی تائید … محروم ہے، مولوی عبدالقادر صاحب کے فتویٰ کی تائید … لیکن انکا فتویٰ اس سے آگے نہیں بڑھتا کہ "اس سال حج کا فتویٰ … جائز ہے" (ص ۳۵) برخلاف اسکے "تتمہ" میں … جائز نہیں بلکہ … حرام قرار دیا گیا ہے (ص ۳۴) … زمانہ میں حج کو جانا … زیادہ تنگ … کوئی "سچا مسلمان" تو ابھی ہرگز حج کو نہیں جانے کا … کا سیاسی … اسوقت یہ … کیا ہی کہ ہر سال حج نہ کیا جائے، اس قسم کی باتیں تیز …

ہم مشتاقین … ہونے کے مجلے … سلطان ابن سعود … دونوں … ہے بجائے … کی توفیق عطا کرے، اب … ہر سال …
… زمانہ … رسالہ … اور …

نئی کتابیں

(۱) مناظرۂ ابن تیمیہ۔ مترجمہ مولوی عبدالرزاق صاحب ندوی، ۳۰ صفحہ قیمت ۵ر
(۲) صداقتِ رسول ... ۳۲ صفحہ قیمت ۳ر
(۳) حسین و یزید ... ۲۴ صفحہ قیمت ۵ر
ملنے کا پتہ:— مینیجر ایجنسی، ۱۰، بالی گنج سرکلر روڈ، کلکتہ

شیخ ابن تیمیہؒ کے تین مختصر رسالوں کے یہ اردو ترجمے ہیں، جنہیں ابھی مولوی عبدالرزاق صاحب نے شائع کیا ہے۔ شیخؒ کی خوش قسمتی ہے کہ ان کی بہت سی تصانیف اب قابل ہاتھوں کے ذریعہ سے اردو میں تیزی کے ساتھ منتقل ہو رہی ہیں۔ شیخ کو ہم معصوم نہیں سمجھتے، بلکہ بہت سے مسائل میں شاید اپنی کم نظری کے باعث، ہم ان کی رایوں کو اعتدال سے ہٹا ہوا پاتے ہیں، تاہم ان کی علمی و مذہبی عظمت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ ان کا شمار تاریخ اسلام کے مشاہیر رجال میں ہے، اور ان کی ہر تصنیف قابل غور و مطالعہ ہے۔ اس بنا پر جو لوگ ان کی تصانیف کو اردو میں لا رہے ہیں، وہ ایک دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

ان تینوں رسالوں میں پہلا رسالہ شیخؒ سے اور طریقۂ رفاعیہ کے بعض صوفیہ سے مناظرہ کی روداد ہے، جس میں شیخؒ کو کامیابی ہوئی ہے۔ لیکن اس مناظرہ کے جو حالات درج ہیں انھیں پڑھ کر حیرت ہی ہوتی ہے کہ خدا معلوم وہ کس قسم کے صوفی تھے جن سے شیخؒ کو سابقہ پڑا تھا۔ تصوف تو نام ہی اتباع شریعت، اور خدا و رسول خدا کی محض ظاہری تقلید ہی نہیں بلکہ انکی دلی محبت کا نام ہے۔ جسم پر زنجیریں اور طوق پہننا، آگ پر چلنے کا کرتب دکھانا، قبروں کے اندر زندہ انسانوں کو چھپا کر ان کی بولیاں سنانا، جھاڑیوں پر طرح طرح کے بھیس بدل بدل کر بیٹھ جانا، اور امیروں سے روپیہ اینٹھنا، اس قسم کی شعبدہ بازیوں کو بھلا تصوف سے کیا تعلق ہے؟ اور ایسے بازیگروں سے مقابلہ کرنے کو خدا معلوم صوفیہ سے مناظرہ کرنا کیوں کہا گیا ہے؟

تینوں رسالوں میں بہترین رسالہ صداقتِ رسولؐ ہے، جس میں چند صفحات کے اندر سیرت نبوی کا عطر کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ حضورؐ کی صداقت، امانت، دیانت، انکسار، علم، فروتنی، احسن صورت، دلکشی، سب کی تصویریں چند اوراق کے اندر آگئی ہیں، جنکے پڑھنے سے یہی نہیں کہ مسلمانوں کی شیفتگی اس ذات مبارک کے ساتھ بڑھے گی، بلکہ اگر بے تعصب غیر مسلم اسے پڑھیں گے، تو انشاء اللہ انکے دلوں میں بھی ذات مبارک کے ساتھ محبت و شغف پیدا ہو جائے گی۔ کاش مصنفؒ کی ہر تصنیف ایسی ہی ایمان کی تازہ کرنے والی ہوتی! اور مترجم کا قلم ہر بار ایسی ہی تصانیف کے ترجمہ پر اٹھتا!

تیسرے رسالہ حسینؓ و یزید میں واقعۂ کربلا اور اسکے متعلقات پر اہل سنت کے نقطۂ نظر سے نظر کی ہے، اور ایک طرف شیعوں اور دوسری طرف ناصبیوں، دونوں کے غلو اور افراط و تفریط سے الگ رہنے کی کوشش فرمائی ہے۔ بہ حیثیت مجموعی یہ کوشش کامیاب رہی ہے، گو جا بجا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زور تحریر میں امام حسینؓ کی عظمت و احترام کا سررشتہ ہاتھ سے بے ارادہ چھوٹ چھوٹ جاتا ہے۔ یزید کی بابت جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ اہل سنت کے نقطۂ نظر سے بالکل حق ہے، البتہ امام حسینؓ کی بابت لب و لہجہ اگر ہر جگہ یکساں احترام کا رہتا، تو بہتر ہوتا۔ فی الجملہ رسالہ اہل سنت کے عقائد کا صحیح ترجمان ہے۔ آخر میں بطور ضمیمہ، مساجد سے متعلق جو رسالہ شامل ہے، وہ بڑا اچھا ہے، قابل دید و قابل قدر ہے۔ فاضل مصنف نے بالکل سچ فرمایا، کہ مسلمانوں کا زوال اسی روز سے شروع ہو گیا جب سے ہر گروہ نے مسجد کو چھوڑنا شروع کر دیا۔ بادشاہوں نے محل تعمیر کرائے، علماء نے مدرسے ایجاد کیے، صوفیہ نے خانقاہیں تیار کرائیں، وغیرہ۔

ترجموں کی زبان کی سلاست و شستگی کے لیے خود مترجم کا نام ایک کافی ضمانت ہے۔ چھوٹی تقطیع کی چھوٹی ضخامت کے یہ رسالے جیسے کم دام ہیں ویسے ہی بیش بہا ہیں۔ مطالب کی خوبیوں کے علاوہ، زبان کے لحاظ سے عام فہم ایسے ہیں، کہ معمولی استعداد کے آدمی بھی ان سے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(۴) افینیٹی بٹوین دی اوریجنل چرچ آف جیسس کرائسٹ اینڈ اسلام (انگریزی) مصنفہ حاجی الفاروق لارڈ ہیڈلے۔ صفحات ۱۶۰، قیمت ۱۲ر
ملنے کا پتہ:— دفتر اسلامک ریویو، مسجد ووکنگ۔ لندن۔

لارڈ ہیڈلے، انگلستان کے ایک نامور امیر، جو خواجہ کمال الدین صاحب کی کوششوں سے نہ صرف کلمۂ شہادت پڑھ چکے ہیں، بلکہ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہو چکے ہیں، اور جن کا اسلامی نام فاروق ہے، عیسائیوں کے جواب میں اکثر اسلام کی قلمی حمایت کرتے رہتے ہیں۔ یہ رسالہ انکے قلم کا تازہ ترین افادہ ہے۔ اس میں انھوں نے موجودہ مسیحیت کو حضرت مسیحؑ کی اصل تعلیمات کی ایک بالکل محرف و مسخ شدہ شکل دکھایا ہے، اور مسیحی قوموں کی جانب سے اسلام پر جو اعتراضات عموماً ہوتے رہتے ہیں، تعدد ازدواج، غلامی، جہاد، جبر و تشدد، وغیرہ، ان سب کے متعلق اسلام کی جانب سے صفائی پیش کی ہے۔ لارڈ ہیڈلے کے اسلام کو ہم خود اسلام کی ایک بہت ہی ادنیٰ و ناقص قسم کا اسلام سمجھتے ہیں، اور ایسے جو لوگ پہلے سے پختہ عقیدہ کے مسلمان ہیں، انکے لیے اس کتاب کا مطالعہ بجائے مفید ہونے کے مضر ہوگا۔ لیکن جو مغربیت کے اثر سے اسلام سے متزلزل و برگشتہ ہو چکے ہیں، انکی ہدایت کا کافی سامان اس رسالہ کے اندر موجود ہے، اور وہ لوگ جو پادریوں سے مناظرہ کرتے رہتے ہیں، الزامی جوابات کے لیے خصوصیت کے ساتھ اس رسالہ کو مفید پائیں گے۔

(۵) سلسلۂ مواعظ شروانیہ۔ ۲۴ صفحہ۔ تقطیع بیبی۔ قیمت [illegible] کو بلا قیمت۔ ملنے کا پتہ:— محمد عبدالرحیم صاحب، معتمد مرکزی انجمن صلاحیہ حیدرآباد دکن۔

سرزمین دکن میں بہ صدارت صدر الصدور امور مذہبی نواب صدر یار جنگ مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی کی زیر ہدایت [illegible] مفید و اہم دینی خدمات کا جو سلسلہ جاری ہے، اس فہرست کا ایک دلکش عنوان خود مولانا ممدوح کے ذاتی افادات تحریری و تقریری بھی ہیں۔ پیش نظر رسالے، انکی مختلف تقریریں ہیں جو مختلف موقعوں پر ارشاد فرمائی گئیں، اور اب قلمبند کر کے شائع کر دی گئی ہیں (دیکھیے صفحہ ۸)

یکمشت پندرہ روپیہ کے خریدار کو نصف محصول معاف

یکمشت پچیس روپیہ کے خریدار کو پورا محصول معاف

بسم اللہ

اردو ترجمے

اللہ والوں کی کتابیں

(اردو)

اکسیر ہدایت۔ امام غزالی کی مشہور کتاب جو اسلام کی بتائی ہوئی سیدھی راہ بتاتی ہے۔ قیمت ۸/

الفیض الربانی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے جن مواعظ کو سن کر لاکھوں سلمان ہوگئے۔ ان کا مجموعہ۔ قیمت ے/ قیمت ے/

اسوۂ حسنہ۔ علامہ ابن قیم کی لکھی ہوئی حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی قابل دید سوانح عمری کا خلاصہ۔ قیمت ۸/

الفتح الربانی۔ حضرت غوث الاعظمؒ کے باسٹھ وعظوں کا سلیس ترجمہ و شرح از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ قیمت ۸/

انیس الطالبین۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے حالات و مقامات از حضرت صالح بن المبارک بخاری۔ قیمت عہ/

الدرر المنظم (دو جلد) حضرت غوث الاعظم کی مفصل سوانح عمری۔ از مولانا شاہ علی انور قلندر کاکوروی ے/

الکہف والرقیم۔ حضرت شیخ عبدالکریم جیلی نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر و تشریح میں عالم عالم بیان فرمایا ہے۔ قیمت ۸/

الدرر المنتقد۔ تصوف کی مشہور کتاب تحفۃ المرسلہ کی شرح از مولانا شاہ علی انور قلندر کاکوروی۔ قیمت ۸/

امیر الکونین۔ حضرت سلطان باہو نے تصوف کے عجیب عجیب رموز اس رسالہ میں بیان فرمائے ہیں۔ قیمت ۱۲/

اسرار الاسماء۔ امام غزالی نے اللہ تعالیٰ کے ۹۹ ناموں کی تشریح و خواص میں یہ نایاب رسالہ لکھا ہے۔ قیمت ۱۲/

اصحاب صفہ۔ امام ابن تیمیہ نے اُن اصحاب کرام کے حالات بیان کیے ہیں جنھوں نے حضور سرور کائنات کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کی قیمت ۸/

ازالۃ الخفا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے خلفائے راشدینؓ کے عہد کی یہ نہایت مستند تاریخ لکھی ہے۔ قیمت ے/

العقیدۃ الواسطیہ۔ امام ابن تیمیہ نے اس رسالہ میں اسلام کے اصول عقائد پر قابل دید بحث کی ہے۔ قیمت ۸/

الوصیۃ الکبریٰ۔ اہل سنت والجماعت کے اصلی عقائد کا بیان۔ از امام ابن تیمیہ۔ قیمت ۸/

العروۃ الوثقیٰ۔ خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ و وسیلہ کی ضرورت اور اس کی حقیقت۔ از امام ابن تیمیہ۔ قیمت ۸/

بندگی۔ امام ابن تیمیہ نے یا ایہا الناس اعبدوا ربکم کی جامع اور مبسوط تفسیر لکھی ہے۔ قیمت عہ/

تصفیہ۔ حضرت شاہ محب اللہ آبادی کی کتاب تسویہ کی شرح۔ از مولانا شاہ علی انور قلندر کاکوروی۔ قیمت عہ/

تنویر الافق۔ شیخ علی بن حسام الدین کا مشہور رسالہ تبیین الطرق علم تصوف میں۔ قیمت عہ/

تفسیر سورہ اخلاص۔ از شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ جس میں عیسائیت اور فلاسفہ کی پُرزور تردید ہے۔ قیمت

تفسیر سورہ فلق والناس

تفسیر سورہ کوثر

تقویۃ الایمان۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی مشہور کتاب جس میں اصول توحید کی وضاحت کی گئی ہے۔ قیمت ۸/

تذکرۃ الاولیاء۔ حضرت فریدالدین عطارؒ کا مشہور و معروف تذکرہ ولیوں کے حالات و مقامات میں۔ قیمت ۸/

تذکرۂ اولیائے ہند۔ ہندوستان کے ہر سلسلے کے بزرگان دین کے

جواہر فریدی۔ حضرت بابا فرید گنج شکر کے سلسلے کے بزرگوں کے حالات و مقامات

جواہر علویہ۔ مولانا شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی نے بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کے حالات تحریر کیے ہیں۔ قیمت ۸/

عین الفقر۔ حضرت سلطان باہو نے اس کتاب میں وحدت کی اور اس کے حصول کی راہیں بیان کی ہیں۔ قیمت ۸/

شمس العارفین۔ اس رسالہ میں حضرت سلطان باہو نے اپنی تعلیم کو بتفصیل بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۱/

کشف المحجوب۔ حضرت شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش کی مشہور تصوف کے رموز و نکات میں خاص شہرت رکھتی ہے۔ قیمت

کلید الفقر (کلاں) حضرت سلطان باہو نے اس کتاب میں مرشد کامل کی تعریف، تصوف کی حقیقت، غیرہ وغیرہ کی تحقیق اور اہم مسائل لکھے ہیں۔ قیمت ۸/

مرصاد العباد۔ حضرت خواجہ نجم الدین رازی نے اس کتاب میں کا عطر کھینچ کر بھر دیا ہے۔ روح کی حقیقت مراتب اور اس کی معرفت کی شرح اور انکے مدارج وغیرہ بیان کر دیے ہیں۔ قیمت ۸/

مصباح التعرف۔ جس میں اصطلاحات صوفیہ کے معانی و مطالب تشریح کی گئی ہے۔ قیمت ۸/ و ۸/

مشائخ نقشبندیہ۔ بزرگان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مختصر

مقامات۔ جیسے شروع میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عمری قابل دید ہے۔ قیمت ۸/

مقاصد السالکین۔ حضرت ضیاء اللہ نقشبندی نے اس کتاب طریقے بیان کیے ہیں جن پر عمل کرنے سے سالک کا مقصد حاصل ہو

مقامات مظہری۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے حالات

ملفوظات و مکتوبات۔ از حضرت شاہ غلام علی شاہ دہلوی

مکتوبات (دو جلد) حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب جن میں شریعت و طریقت دونوں کی صحیح تطبیق کیگئی اور اسلامی زندگی کا اعلیٰ لائحہ عمل خالص صورت میں پیش کیا گیا ہے جسے پڑھ کر کتاب و سنت کے اتباع کا ذوق پیدا ہوتا ہے

مینجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب فرمائیے